ĪQĀN Vol.: 06, Issue: 01, Dec-2023

علوم اسلامیہ میں موضوع کے انتخاب میں مشکلات اور ان کا حل

eISSN: 2617-3336
pISSN: 2617-3700

Difficulties in the Selection of Subjects in Islamic Sciences and their Solutions

Dr. Tajuddin Al- Azhari *[1]
Ms. Ruqia Safdar[2]
Dr. Jawaad Haseeb[3]
[1] *Professor, Department of Islamic Studies HITEC University Taxila Rawalpindi*
[2,3] *Lecturer, Department of Islamic Studies HITEC University Taxila Rawalpindi*
Correspondence: jawaadhaseeb@yahoo.com

DOI: https://doi.org/10.36755/iqan.v6i1.444

ABSTRACT

All mega-level inventions are the result of research, and in the contemporary developed world, the research process continues in every field. In those countries by the start of school, the finding of the field of interest of the child is carried and he is put on the path of his interest. Due to this, he gets his education happily according to his aptitude and becomes expert of his field.
In opposite to this, in our societies, students have to face different types of difficulties in the field of education. Fortunately, if anyone reaches a university-level education then the biggest difficulty he has to face in the BS, MS and even PhD level education is the selection of the topic for himself. Students face huge difficulties in the selection of their theses topic and seems very anxious in that situation. In the contemporary era, students have deficient in study. In our country there are few high quality libraries. If few libraries of high standard are present then there are few studying people at there. The high-standard libraries of the well repudiated universities of our country have a lesser number of students for studying purposes. The situation of the students of the Islamic department is alarming because most of the students in Islamic studies are not know the different fields of Islamic studies. Islamic studies have different fields which have been discussed in this article. If students become familiar with these fields and improve themselves then their difficulties will be overcome. This article will be helpful in this regard.

Received:
19-12-2023
Accepted:
23-12-2023
Online:
31-12-2023

KEYWORDS

Topic, Selection, Researcher, Islamic Studies, Sources

اگر ہم دنیا کی ترقی کا جائزلیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ترقی کے پیچھے مختلف علوم میں تحقیق کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ تمام بڑی بڑی ایجادات تحقیقات ہی کے نتیجے میں سامنے آئی ہیں اور آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں تقریبا ہر میدان میں تحقیق کا عمل جاری ہے۔ ان ممالک میں بچے کو اسکول میں داخل کرنے کے ساتھ ہی یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کا میلان (Aptitate) کس طرف ہے تاکہ اسے اسی راہ پر لگادیا جائے اور یُوں وہ خوشی خوشی اپنے میلان کے مطابق تعلیم حاصل کرکے مستقبل میں اپنے فن کا ماہر بن جائے۔ میلان کے مطابق اسے نہ صرف تعلیم حاصل کرنے میں آسانی ہوتی ہے بلکہ شوق اور جستجو اُسے تحقیقی میدان میں بہت آگے تک لے جاتا ہے اور وہ اس میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور وہ قوم اور وطن کو آخری دم تک اپنی تحقیقات سے مستفید کرتا رہتا ہے۔

اس کے برعکس ہمارے ہاں تعلیمی میدان میں طلبہ کو طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں۔ کئی قسم کا نظامِ تعلیم ہی بچے کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے، پھر اسکول میں داخل ہو جانے کے بعد اسے مناسب رہنمائی نہیں ملتی کہ وہ مستقبل میں اپنے لیے کیا منتخب کرے۔ اگر خوش قسمتی سے وہ تعلیم حاصل کرتے کرتے یونیورسٹی کی سطح تک پہنچ جائے تو اسے بی ایس (BS) کے آخری مرحلے میں اپنا پراجیکٹ پیش کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایم ایس (MS) پی ایچ ڈی (PHD) کا مرحلہ تو مکمل ہی مقالہ لکھنے سے ہوتا ہے۔ بی ایس، ایم ایس اور پی ایچ ڈی ان تمام مراحل میں طلبہ کے لیے سب سے بڑی مشکل اپنے لیے موضوع کا انتخاب ہوتا ہے۔ جن طلبہ کی تربیت بی ایس میں اپنے پراجیکٹ کے لیے چھوٹا سا مقالہ لکھنے سے ہو چکی ہوتی ہے، ان کے پاس تو موضوع کے انتخاب کے لیے کچھ معلومات ہوتی ہیں، اسی طرح ایم اے کی سطح پر مقالہ لکھ کر آنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا ہے مگر جو طلبہ ایم اے کے مرحلہ میں مقالہ کی جگہ کوئی مضمون اختیار کرکے اس کا امتحان دے کر ایم اے کی ڈگری حاصل کرلیتے ہیں اور پھر ایم فل (Mphil) یا ایم ایس (MS) میں آجاتے ہیں وہ مقالہ لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب کرتے ہوئے بڑی مشکلات کا سامنا کرتے ہیں اور اس موقع پر انتہائی حیران اور پریشان دکھائی دیتے ہیں ان کی مشکلات کا سبب اور حل میرے اس مقالہ کا عنوان ہے۔ اگر وہ اپنی کمزوریاں دور کرلیں تو ان کی مشکلات بھی دور ہو جائیں گی اور ان کے لیے مقالے کے موضوع کا انتخاب آسان ہو جائے گا۔ میری نظر میں ان کی مشکلات حسبِ ذیل ہیں:

۱-مطالعے کی کمی:

موجودہ دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ طلبہ میں مطالعہ کی بہت کمی ہے، ہمارے ملک میں اول تو اعلیٰ قسم کی لائبریریاں ہی کم ہیں پھر اگر کچھ ہیں بھی، تو ان میں مطالعہ کرنے والوں کی کمی کو دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے۔ بڑی بڑی جامعات کی عالیشان لائبریریوں میں طلبہ کی وہ تعداد مطالعہ میں مصروف نظر نہیں آتی جتنی آنی چاہیے۔ علومِ اسلامیہ میں تو طلبہ کی اکثریت کو علومِ اسلامیہ کے مختلف شعبوں کا بھی علم نہیں ہوتا۔ علومِ اسلامیہ کے بہت سے شعبے ہیں اگر ان کا علم ہو جائے تو تحقیق کرنے والا طالبعلم ان میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کرکے اس میں اپنے

مقالہ کا عنوان تلاش کر سکتا ہے یا پھر اپنے دلی رجحان کے مطابق ان شعبوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر سکتا ہے اور پھر اس میں سے اپنے مقالے کے لیے موضوع تلاش کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب نے علومِ اسلامیہ کو بارہ مختلف شعبوں میں تقسیم کیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

١. تفسیرِ قرآن، قرآنی علوم اور قرآنی مطالعات۔
٢. حدیث اور اس سے متعلقہ علوم۔
٣. سیرتِ نبوی۔
٤. عقیدہ اور اسلامی فرقے۔
٥. فقہ۔
٦. اصولِ فقہ اور تاریخ فقہ۔
٧. اسلامی تاریخ اور تراجم۔
٨. اسلامی تہذیب۔
٩. عالمِ اسلام کی موجودہ حالت۔
١٠. اسلامی زبانیں اور ان کا لٹریچر۔
١١. اسلام کا سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور تربیتی نظام سے متعلق موضوعات۔
١٢. مختلف اسلامی ممالک سے متعلق موضوعات۔[1]

خورشید احمد سعیدی نے اسلامی علوم کے ان شعبۂ جات کو مزید شعبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہاں صرف تفسیر، حدیث، سیرت اور فقہ کی مزید تقسیم درج کی جاتی ہے۔

١۔ تفسیر:

اصولِ تفسیر قرآن، تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے المحمود، تفسیر بالرائے المذموم، اہل قرآن کی تفسیر، معتزلہ کی تفسیر، قادیانیوں کی تفسیر، کلامی تفسیر، صوفیہ کی تفسیر، اہل تشیع کی تفسیر، بلاغی تفسیر، فقہی تفسیر، عربی زبان میں تفسیر، فارسی زبان میں تفسیر، انگریزی زبان میں

---

[1] محمد عجاج الخطیب، دکتور، لمحات فی المکتبۃ، والبحث والمصادر، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الحادي عشر، ١٤٠٧ھ / ١٩٨٦ء، صفحہ: ١١۔

تفسیر، علاقائی زبان میں تفسیر، قرآن کی ادبی اور نحوی تفسیر، قرآن کی سائنسی تفسیر، تفسیر موضوعی، دخیل فی التفسیر، اسرائیلیات فی التفسیر اور برصغیر کا تفسیری ادب۔

اسی طرح علوم قرآن، نظم قرآن، لغاتِ قرآن، قرأاتِ قرآن، استشراقِ قرآن، اور تراجم قرآن، فارسی تراجم قرآن، انگریزی تراجمِ قرآن، علاقائی زبانوں میں تراجمِ قرآن اور اصولِ تراجمِ قرآن۔

۲-حدیث:

تدوینِ حدیث، علومِ حدیث، تاریخِ حدیث، عربی زبان میں شروحِ حدیث، فارسی زبان میں شروحِ حدیث، اسماءرجال، مناہجِ تدریسِ حدیث، مناہج محدثین، نقدِ حدیث، احادیثِ موضوعہ، حجیتِ حدیث، فتنۂ انکارِ حدیث، استشراق اور حدیثِ نبوی، مستشرقین کا حدیثی منہج، رد شبہاتِ حدیث میں علماء کی جدوجہد، شیعہ محدثین کا منہج، شیعہ اصولِ حدیث، شیعی نقدِ حدیث اور احکام احادیث۔

۳-سیرت:

سیرت نگاری کے اصول، عربی زبان میں سیرت نگاری، فارسی زبان میں سیرت نگاری، اردوزبان میں سیرت نگاری، انگریزی زبان میں سیرت نگاری، تحفظِ ناموسِ رسالت، سیرتِ نبوی اور ختمِ نبوت، شمائلِ نبوی، معجزاتِ نبوی، سیرتِ نبوی کا سیاسی پہلو، سیرتِ نبوی کا معاشی پہلو، سیرتِ نبوی کا عسکری پہلو، سیرتِ نبوی کا سماجی پہلو، فقہ سیرت، سیرتِ نبوی اور نظامِ تعلیم، سیرتِ نبوی اور نظامِ تبلیغ دین، بشاراتِ نبوی، استشراق اور سیرتِ نبوی۔

۴-فقہ:

اصولِ فقہ، جدید فقہی مسائل، اجتہاد، فقۂ حنفی، فقۂ مالکی، فقۂ شافعی، فقۂ حنبلی، فقۂ شیعہ امامیہ، فقۂ شیعہ اسماعلیہ، فقۂ شیعہ زیدیہ، فتویٰ اور اصولِ فتویٰ، اردو میں کتبِ فتاویٰ، عربی میں کتبِ فتاویٰ، مسلم اقلیات اور فقہ، مقاصدِ شریعت، بین الاقوامی اسلامی قانون، مسلم ممالک کا عدالتی نظام، استشراق اور فقۂ اسلامی، غیر مسلم اور فقۂ اسلامی۔[۲]

اسلامی علوم کے ان شعبوں سے متعلق معلومات صرف کثرتِ مطالعہ ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ طالبعلم میں جس قدر مطالعہ کی کمی ہوگی اسی قدر ان شعبوں سے متعلق وہ عدمِ معرفت کا شکار ہوگا اور سوائے پریشانی کے اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

[۲] معارف اسلامی، ششماہی، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی؛ جلد:۱۳، شمارہ:۱، جنوری۔جون ۲۰۱۴ء (مقالہ: علوم اسلامیہ میں تحقیقی مقالے کے موضوع کا انتخاب اور خاکہ سازی از خورشید احمد سعیدی) صفحہ: ۹۰-۹۱۔

ڈاکٹر احمد شلبی وسعتِ مطالعہ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ایم اے اور پی ایچ ڈی کے طالبعلم کو چاہیے کہ وہ گہرائی اور وسعت کے ساتھ مطالعہ کرے اور اس موضوع سے متعلق جو کچھ بھی لکھا جا چکا ہے اسے ضرور پڑھے"۔[۳]

ڈاکٹر احمد الدسوقی لکھتے ہیں:

"کسی بھی تحقیقی موضوع پر کام کرنے کے لیے پہلا مرحلہ موضوع کا انتخاب کرنا ہے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ محقق سے اس کے تخصص میں وسیع مطالعے اور ان مشکلات کو جاننے کا تقاضا کرتا ہے جن میں تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے"۔[۴]

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی) نے ڈاکٹر خالد محمود (سابق صدر شعبہ اسلامیات آزاد کشمیر یونیورسٹی) کے استفسار پر ان کو لکھا؛

"تحقیقات کا کام شروع کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپ ذرا وسیع مطالعہ کریں اور پھر موضوع پسند کریں"۔[۵]

ڈاکٹر خالق داد بھی وسیع مطالعہ کے ذیلی عنوان کے تحت اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محقق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلق ممکنہ حد تک تمام تحقیقات کا وسیع سے وسیع تر مطالعہ کرے۔ موضوع سے متعلق کوئی بھی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہ رہے"۔[۶]

۲-موضوع سے متعلق مواد کے موجودگی سے لاعلمی:

موضوع کے درست انتخاب کے لیے ضروری ہے کہ محقق کے ذہن میں جو موضوع بن رہا ہے اس کے مواد کے متعلق بھی اسے معلوم ہو کہ کہاں کہاں دستیاب ہے؟ تاکہ ان مقامات سے مواد دیکھ کر یہ جان سکے کہ وہ اپنے موضوع کو کس طرح ترتیب دے، خصوصاً اسلامی علوم کی وُسعت کے اعتبار سے محقق کا موضوع جس فن سے متعلق ہو گا اُسے اسی فن کی کتابوں سے رجوع کرنا ہو گا۔ اگر تفسیر

---

[۳] احمد شلبی، دکتور، کیف تکتب بحثا او رسالۃ، القاہرۃ، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، الطبعۃ الرابعۃ عشر، ۱۹۸۳ء، صفحہ: ۵۱۔

[۴] محمد الدسوقی، دکتور، منہج البحث فی العلوم الاسلامیۃ، الدوحۃ، دار الثقافۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء، صفحہ: ۱۱۵۔

[۵] عبد الحمید عباسی، ڈاکٹر، اصولِ تحقیق، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، صفحہ: ۲۔

[۶] خالق داد ملک، ڈاکٹر، عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقۂ کار، لاہور، اورنیٹل بکس، طبع اول، ربیع الاول، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، صفحہ: ۴۲۔

کے موضوع کے مواد کو حدیث کی کتابوں میں تلاش کرے گا تو مواد بہت کم دستیاب ہو گا۔ اسی طرح حدیث کے موضوع کے مواد کو تفسیری کتابوں میں تلاش کرنے سے یہی نتیجہ نکلے گا، اگرچہ دونوں کا چولی دامن کے ساتھ ہے۔ مطالعے کے بعد ہی کسی موضوع کو انتخاب کرنا اس کی عقل مندی کی دلیل ہو گی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الحمید عباسی لکھتے ہیں:

”ابتدائی طور پر تحقیق کر کے اچھی طرح دیکھ لیا جائے کہ موضوع پر وافر مقدار میں مواد موجود ہے یا نہیں؟ کسی ایسے موضوع پر کام نہیں کرنا چاہیے جس پر بنیادی مواد ہی دستیاب نہ ہو“۔[7]

ڈاکٹر محمد الدسوقی بھی اسی کی تائید کرتے ہیں ان کا کہنا ہے:

”موضوع کے مصادر متوفر ہوں تاکہ محقق بذات خود ان کی طرف رجوع کر سکے۔ اس لیے ایسے موضوع کے اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس کے مصادر نہ ہوں یا مختلف مقامات پر اس طرح متفرق ہوں کہ ان کا حصول ہی ممکن نہ ہو“۔[8]

ڈاکٹر خالق داد نے نئے محقق کے لیے اپنی کتاب میں اسلامی و عربی علوم کی پینتالیس آن لائن لائبریوں کے ویب سائیڈز (پتے) درج کیے ہیں۔[9]

۳- غیر جانبداری سے زیادہ موضوع سے عقیدت مندی یا تعصب:

محقق کے لیے ضروری ہے کہ موضوع کو اختیار کرنے سے پہلے اس بات کا جائزہ لے کہ جس موضوع پر وہ کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کیا اس سے اُسے بہت زیادہ عقیدت تو نہیں ہے؟ یا اس کے متعلق وہ اپنے اندر کوئی تعصب تو نہیں پاتا؟

دونوں صورتوں میں اس کے لیے غیر جانبدار رہنا مشکل ہو جائے گا۔ جبکہ غیر جانبداری محقق کی اہم صفت ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جائے تو اسے اس موضوع پر کام کرنے سے گریز کرنا چاہیے یا اسے شروع ہی سے یہ عہد کرنا ہو گا کہ وہ دلائل کی بنیاد پر کسی بات کی تائید کرے گا خواہ وہ اس کی عقیدت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اور دلائل کی بنیاد ہی پر کسی چیز کی مخالفت کرے گا یا اسے رَد کرے گا، نہ کہ یہ اس کے مخالف کی طرف سے پیش کی گئی ہے اس بارے میں ڈاکٹر عجاج الخطیب کا کہنا ہے:

”محقق کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات و خیالات سے دور رہ کر صرف موضوع کو سامنے رکھے اور اس چیز کو

---

[7] اصولِ تحقیق، صفحہ: ۱۲۱۔

[8] منہج البحث في العلوم الاسلامية، صفحہ: ۱۱۷۔

[9] عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقۂ کار، صفحہ: ۶۴۔

ثابت کرے جو اسے واقعی حق نظر آئے اور دلیل اس کی طرف اس کی رہنمائی کرتی ہو، اگرچہ وہ اس کے میلان اور چاہت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو"۔[10]

ڈاکٹر عجاج کا مزید کہنا ہے:

"محقق کو دوسروں کی آراء کا احترام کرنا چاہیے، وہ اپنے علمی غرور میں دوسروں کی آراء کو دیوار پر نہ دے مارے اور نہ ہی ان کی توہین کرے اگرچہ وہ اپنی تنقید میں درست ہو۔ اس قسم کا رویہ اس کی تحقیق میں عیب شمار ہو گا اور علمی طاقت اور مقام کو کم کر دے گا اور قاری کو اس کی تحقیق کے مطالعے سے متنفر کر دے گا۔"[11]

۴۔موضوع کی حدود سے متعلق عدمِ واقفیت:

محقق کو پہلے سے موضوع کی حدود کا علم ہونا چاہیے ورنہ اس کی مثال اس مسافر کی ہو گی جو مسلسل چل رہا ہو اور اسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ اس کی منزل کہاں پر ہو گی۔ بعض محقق طلبہ موضوع کی حدود معلوم نہ ہونے کی وجہ سے موضوع کو اتنا طول دے دیتے ہیں کہ اس میں کئی ایسی چیزیں شامل کر دیتے ہیں جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یا اس کے برعکس موضوع کی حدود معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسے اتنا مختصر کر دیتے ہیں کہ قاری پر محقق کا مقصد ہی واضح نہیں ہوتا۔ محقق کو بے جا تطویل اور مقصد واضح نہ کرنے والے اختصار دونوں سے بچنا ہو گا تاکہ اس کی تحقیق مفید ثابت ہو سکے اور پڑھنے والا اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبد الحمید عباسی رقمطراز ہیں:

"موضوع اتنا پھیلا ہوا نہ ہو کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے"۔[12]

ڈاکٹر خالق داد اسے یُوں بیان کرتے ہیں:

"انتہائی تنگ موضوع پر بھی تحقیق کرنے سے گریز کیجئے جیسے انتہائی وسیع موضوع آپ کا وقت ضائع کرے گا۔ دونوں حدود کے درمیان رہ کر موضوع کا انتخاب کرنا ہو گا"۔[13]

مثلاً ایک موضوع ہے "سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار" دوسرا موضوع ہے "طِب کی ترقی میں مسلمانوں کا کردار" تیسرا

---

[10] لمحات فی المکتبۃ، والبحث والمصادر، صفحہ: ۲۰۱۔

[11] ایضاً۔

[12] اصولِ تحقیق، صفحہ: ۱۲۱۔

[13] عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقۂ کار، صفحہ: ۷۷۔

موضوع ہے۔ "طب کی ترقی میں عربوں کا کردار" نویں اور دسویں صدی میں پہلا عنوان لا محدود اور طویل ہے اور سائنس کی تمام شاخوں تک پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا عنوان پہلے کی نسبت کچھ محدود ہے کیوں کہ اس میں سائنس کی صرف ایک شاخ طب کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ تیسرا عنوان دوسرے سے بھی زیادہ محدود ہے کیوں کہ اس میں زمانی، مکانی اور نوعی تینوں قسم کی تحدید کی گئی ہے۔

۵۔ محقق کی موضوع سے متعلق وقت اور مالی وسائل سے لاعلمی:

کسی بھی موضوع پر کام کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے لیے کتنا وقت درکار ہے اور اس پر کتنا خرچ آئے گا۔ بعض موضوعات اس قسم کے ہوتے ہیں جن کے لیے محقق کو اپنی تحقیق مکمل کرنے کے لیے کئی جگہوں کا سفر کرنا پڑتا ہے تب جا کر اس کی تحقیق مکمل ہوتی ہے۔ اس کے لیے اسے وقت بھی درکار ہوتا ہے اور سفر خرچ بھی۔ اگر وہ اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اس کی تحقیق نامکمل رہ جائے گی۔ بعض اوقات محقق کو زیادہ مواد اس زبان میں دستیاب ہو جاتا ہے جس کے ترجمے پر وہ قدرت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں اسے زبان کے ماہرین سے ترجمہ کروانا پڑتا ہے جو مالی وسائل خرچ کیے بغیر ممکن نہیں۔ اگر محقق یہ خرچ نہیں کرے گا تو اس کا کام ادھورا رہ جائے گا۔ اس کی معلومات میں کمی رہے گی اور اس کی تحقیق نامکمل شمار ہو گی۔ اس بارے میں ڈاکٹر شبلی کا کہنا ہے:

> "مالی پہلو کو موضوع کے اختیار میں بڑا دخل ہے۔ کبھی کسی محقق کو اپنے موضوع کے لیے دور دراز علاقوں کا سفر اختیار کرنا پڑتا ہے یا بعض لائبریریوں سے مخطوطات کی تصویر کروانا پڑتی ہے یا اسے جدید مراجع خریدنے پڑ جاتے ہیں جو ابھی تک عام لائبریریوں تک نہیں پہنچے تو یہ سب مال خرچ کیے بغیر ممکن نہیں۔ اب اگر محقق کی مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی، تو موضوع اس کے مناسبِ حال نہیں، اُسے کسی اور موضوع کو اختیار کرنا چاہیے"۔[۱۴]

۶۔ اسلامی علوم سے مکمل آگاہی نہ ہونا:

اسلامی علوم کے محقق کو اسلامی علوم کے مختلف فنون سے مکمل آگاہی ہونی چاہیے کیوں کہ ان علوم کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی علوم کے ہر فن میں مہارت کوئی آسان کام نہیں لیکن ان مختلف فنون کی بنیادی اصطلاحات کی معرفت کے بغیر اسلامی علوم کی تحقیق میں کبھی آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ اسلامی علوم کا محقق اگر تفسیر میں کام کرے تب بھی حدیث سے مستغنی نہیں ہو سکتا اسی طرح حدیث میں کام کرنے والا تفسیر سے دامن نہیں چھڑا سکتا اور فقہی میدان میں کام کرنے والے کے لیے تو تفسیر اور حدیث دونوں فنون کی اصطلاحات سے واقف ہونا ضروری ہے کیوں کہ فقہ میں قرآنی آیات سے بھی اس کا واسطہ پڑے گا اور حدیثِ نبوی سے بھی۔

---

[۱۴] کیف تکتب بحثا او رسالۃ، صفحۃ:۳۹۔

یہی وجہ ہے کہ پاکستانی جامعات میں دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلبہ کے لیے اسلامی علوم میں تحقیقی کام کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے جبکہ کالجوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیوں کہ انہیں اسکول اور کالج کی تعلیم کے دوران اسلامی علوم کے مختلف فنون سے متعارف نہیں کرایا جاتا۔ مختلف فنون کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالحمید عباسی لکھتے ہیں:

> "تحقیق کے لیے منتخب شدہ موضوع کے بارے میں معلومات کا ہونا بنیادی شرط ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون کے بارے میں آگاہ ہونا بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر کے مطلوبہ مواد کو حاصل کیا جاسکے۔ مثلاً علوم قرآن کی کسی صنف پر تحقیقی کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ علومِ قرآن کے علاوہ علومِ حدیث اور اصولِ فقہ سے بھی واقف ہو۔ تحقیقی میدان میں اس شرط کی افادیت کا انکار محال ہے"۔[۱۵]

۷-اسلامی علوم کے کسی بھی فن پر مکمل دسترس سے محرومی:

اسلامی علوم کے محقق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان علوم کے جس فن میں تحقیق کرنا چاہتا ہو اس پر مکمل دسترس حاصل ہو مثلاً اگر اس کو تفسیر میں کام کرنا ہے تو اسے اصول تفسیر کو جاننے کے ساتھ تفسیر کی مختلف اقسام اور ان کے مؤلفین کے مناہج کا بھی پتہ ہونا چاہیے تاکہ اسے موضوع کے انتخاب میں آسانی ہو۔ اسی طرح حدیث میں کام کرنے کے لیے علومِ حدیث، اقسام کتبِ حدیث، شروحِ حدیث اور ان کے مناہج پر بھی دسترس ضروری ہے۔ یہی حال فقہ کا ہے اور اسی طرح دیگر فنون ہیں۔ جب محقق کو کسی ایک فن میں بھی مکمل دسترس نہیں ہوتی تو نہ صحیح موضوع منتخب کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی مکمل دسترس رکھنے والے کی طرف سے دیے گئے موضوع پر صحیح طریقے سے کام کر سکتا ہے۔ وہ اپنے سطحی مطالعہ کی وجہ سے ان فنون میں علماء کے اقوال کی گہرائی کو سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا ہے۔ اس کے لیے علماء کے مختلف اقوال میں تطبیق بھی بہت مشکل ہو جاتی ہے اور وہ کوئی بہتر نتیجہ نکالنے سے محروم رہتا ہے۔

۸-عربی زبان کے سمجھنے میں مشکلات:

پاکستانی جامعات میں تحقیقی کام کرنے والے طلبہ کے لیے ایک بڑی مشکل عربی زبان سے واقف نہ ہونا ہے۔ انہوں نے ہائی سکول کالج کی سطح پر عربی زبان کی جو تعلیم حاصل کی ہوتی ہے وہ اسلام کے بنیادی مصادر و مراجع تک رسائی میں ان کی بہت کم معاون ہوتی ہے اور یُوں ان کے سامنے پہاڑ جیسی مشکل کھڑی ہو جاتی ہے۔ جسے عبور کرنا ان کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات کا اولین مصدر قرآن مجید ہے، اور دوسرا مصدر سنتِ رسول ہے تیسرا مصدر فقہ اسلامی ہے اسلامی تعلیات کی تفہیم و تشریح کے لیے ہونے والا کام

[۱۵] اصولِ تحقیق، صفحہ: ۱۱۱۔

قرونِ اُولی میں عربی زبان میں ہوا۔ اس لیے اگر ہم اسلامی علوم کے کسی میدان میں تحقیقی کام کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے عربی زبان جانے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ عربی زبان کا محض جاننا بھی کافی نہیں ہوگا بلکہ اس میں اچھی خاصی مہارت درکار ہوگی تاکہ قرونِ اولیٰ میں لکھی گئی کتابوں کو سمجھ سکیں۔ یہ مہارت پاکستانی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے بہت کم طلبہ میں پائی جاتی ہے۔ جن میں اہلیت ہوتی ہے وہی تحقیقی میدان میں کامیاب ہوتے ہیں اور باقی اصل مصادر و مراجع سے مستفید ہونے کی بجائے ثانوی مصادر اور مراجع استعمال کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر احمد شبلی کا کہنا ہے۔

> ”وہ محقق جو اپنے مصادر کی زبان نہیں جانتا اس کے لیے اپنے موضوع پر کامیابی سے لکھنا ممکن نہیں اور خاص طور پر وہ موضوع جس پر متعدد زبانوں میں لکھا گیا ہو اس میں کامیابی زبان جانے بغیر کیسے ممکن ہے!“۔[16]

ڈاکٹر عبدالحمید اسے یوں بیان کرتے ہیں:

> ”اردو زبان میں تفسیر و حدیث یا فقہ و اصول فقہ پر تحقیقی کام کرنے والے کے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان سے اس قدر واقف ہو کہ بنیادی مآخذ (جو کہ صرف عربی زبان میں ہیں) سے موضوع سے متعلقہ مواد اقتباسات کی صورت میں حاصل کر سکے اور ضرورت کے مطابق ان کی بالمعنیٰ تعبیر کر سکے اور اردو زبان میں ان کا ترجمہ بھی کر سکے“۔[17]

۹-اسلامی علوم کے اہم مصادر سے ناواقفیت:

ہمارے ہاں تحقیقی کام کرنے والے اکثر طلبہ کی مشکل اسلامی علوم کے اہم مصادر سے ناواقفیت ہے۔ وہ اسلامی علوم کے جس فن میں بھی تحقیقی کام کرنا چاہتے ہوں انہیں اس کے اہم بنیادی مصادر ہی کا پتہ نہیں ہوتا۔ اکثر طلبہ اسلامی فنون کی اہم کتابوں سے ناواقف ہوتے ہیں مشکل سے دو چار کتابوں کے علاوہ انہیں کسی کتاب کا نام یاد نہیں ہوتا اور نہ ہی انہوں نے کسی لائبریری میں جا کر ان کتابوں کو دیکھا ہوتا ہے بس نام ہی پڑھا ہوتا ہے لیکن وہ کتابوں کے مشمولات اور مناہج سے واقف نہیں ہوتے لیکن ارادہ ان کا محقق بننے کا ہوتا ہے۔ یہ اتنی بڑی غلط فہمی ہے جس کا جب تک علاج نہ ہو جائے وہ کبھی اس میدان میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ محقق نے جس فن میں بھی کام کرنا ہو اس کے بنیادی اہم مصادر سے آگاہی کے بغیر وہ اس میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب کا کہنا ہے:

---

[16] کیف تکتب بحثا او رسالۃ، صفحۃ:۳۸۔

[17] اصولِ تحقیق، صفحہ:۱۱۰۔

"محقق طالب علم کے لیے موضوع اختیار کرتے وقت آسانی اس میں ہے کہ وہ بنیادی اہم مصادر و مراجع سے رجوع کرے کیوں کہ ان میں وہ علم پھیلا ہوا ہے جس کی بنیاد پر محقق طالب علم موضوع اختیار کر سکتا ہے"۔[۱۸]

ڈاکٹر محمد الدسوقی مصادر و مراجع کی واقفیت کے بارے میں یُوں رقمطراز ہیں:

"تحقیق کے مصادر و مراجع کی واقفیت ان امور میں سے ہے جن کا اثر دور رس ہوتا ہے"۔[۱۹]

۱۰-علوم اسلامیہ کے عصری مجلات اور تحقیقی رسائل سے دوری:

کسی بھی ملک سے شائع ہونے والے تحقیقی مجلات اس ملک کی علمی ترقی کے عکاس ہوتے ہیں۔ دیگر علوم کی طرح علومِ اسلامیہ کے بہت سے تحقیقی مجلات بہت سے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک سے شائع کیے جارہے ہیں۔ ان مجلات میں علومِ اسلامیہ کے ماہرین مختلف عصری اور غیر عصری عنوانات پر اپنے رشحات قلم شائع کرتے رہتے ہیں۔ جن سے علومِ اسلامیہ کے دیگر ماہرین اور غیر ماہرین دونوں ہی مستفید ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہمارے تحقیق کے طلبہ ان مجلات سے بہت دور رہتے ہیں وہ نہ تو ان مجلات کو خرید کر پڑھتے ہیں اور نہ ہی لائبریریوں میں جاکر ان سے مستفید ہوتے ہیں حلانکہ ان کی افادیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوتا۔ تحقیقی مجلات کا مطالعہ کرنے والے طلبہ کو نیا موضوع آسانی سے مل سکتا ہے کیوں کہ آئے دن نئی جوانب پر لکھنے والے کسی ایک جانب پر مقالہ لکھتے ہیں اب اس معاملے کی دوسری جوانب پر نئے محققین کے لیے کام کرنا ممکن ہوتا ہے۔ مجلات کی اس اہمیت اور ان سے استفادے کو ڈاکٹر خالق داد نے یُوں بیان کیا ہے:

"مختلف جامعات اور تحقیقی ادارے اپنے تحقیقی مجلات شائع کرتے ہیں جن میں شائع ہونے والے علمی مضامین مزید تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں نیز ان میں لکھنے والے بہت سارے محققین اپنے مضمون کے آخر میں بطورِ تجاویز اور سفارشات اور نتائج اور حاصلات کچھ نئے پہلوؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان تجاویز کو غور سے پڑھنے اور ان کی روشنی میں مزید تحقیق کے لیے اپنے موضوعات کا انتخاب کیجیے۔[۲۰]

مجلات کے بارے میں خورشید احمد سعیدی کا کہنا ہے کہ:

"کچھ علمی مجلات کبھی کبھی کسی موضوع یا شخصیت پر اپنے مجلے کا خاص نمبر نکالتے ہیں۔ یہ خاص نمبر بہت

[۱۸] لمحات فی المکتبۃ، والبحث والمصادر، صفحہ:۱۰۵۔

[۱۹] منہج البحث فی العلوم الاسلامیۃ، صفحۃ:۱۱۸۔

[۲۰] عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقۂ کار، صفحہ:۲۷۔

> مفید اور معلوماتی ہوتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے کسی موضوع پر تازہ ترین تحقیقات کا حال معلوم ہو جاتا ہے مثلاً ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اور دعوۃ اکیڈمی فیصل مسجد اسلام آباد نے قرآن، حدیث، سیرت اور ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم وغیرہ سے متعلق اپنے مجلے "فکر و نظر" اور "دعوۃ" کے خاص نمبر شائع کیے ہیں [۲۱] تحقیق و تفسیر ویلفیر ایسوسی ایشن کراچی نے اپنے علمی، فکری اور تحقیقی مجلہ "التفسیر" کے بھی کئی خصوصی اشاعت نمبر نکالے ہیں۔ [۲۲]

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ عربی وعلومِ اسلامیہ نے بھی اپنے علمی و تحقیقی مجلہ "معارفِ اسلامیہ" کے نمبر نکالے ہیں۔ [۲۳] ماہنامہ "ضیائے حرم" نے بھی متعدد خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔ [۲۴] ماہنامہ "رُشد" لاہور نے تین جلدوں میں علمِ قرأت نمبر شائع کیا ہے۔ [۲۵] ماہنامہ "مُحدث" لاہور نے کئی موضوعات کے خصوصی نمبر نکالے ہیں۔ [۲۶] ماہنامہ "العاقب" لاہور نے علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر شائع کیا ہے۔ [۲۷] ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور نے عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے متعلق ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔ [۲۸] اس طرح مختلف موضوعات پر مرد و خواتین سکالرز کے وہ مقالات سیرت ہیں جو ہر سال وزارتِ مذہبی امور پاکستان اسلام آباد کی طرف سے متعدد جلدوں میں شائع کیے جاتے ہیں ۱۹۷۷ء سے ۲۰۱۳ء تک اس کے سینتیس مختلف موضوعات پر مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ اس طرح کے خصوصی

---

[۲۱] برصغیر میں مطالعہ قرآن، فکر و نظر، جلد:۳۶، شمارہ:۳، جنوری، جون-۱۹۹۹ء، ڈاکٹر حمید اللہ، فکر و نظر، جلد:۴۰، شمارہ:۴، اپریل-ستمبر ۲۰۰۳ء۔ برصغیر میں مطالعہ حدیث، جلد: ۴۲-۴۳، شمارہ:۴، اپریل-ستمبر ۲۰۰۵ء، سیرت نگاری میں جدید رجحانات، فکر و نظر، جلد:۴۹، شمارہ: ۲-۳، اکتوبر-دسمبر، ۲۰۱۱ء، جنوری-مارچ ۲۰۱۲ء۔

[۲۲] شخصیات نمبر، شمارہ:۱۸-۱۹، اپریل-ستمبر ۲۰۱۲ء، تفردات نمبر، شمارہ:۲۱، جنوری-جون ۲۰۱۳، برصغیر کے مفسرین اور ان کی تفاسیر، شمارہ:۲۳، جنوری-جون ۲۰۱۴ء۔

[۲۳] ڈاکٹر حمید اللہ نمبر، جلد:۲، شمارہ:۲، جلد:۳، شمارہ:۱، جولائی ۲۰۰۳ء تا جون ۲۰۰۴ء، ڈاکٹر محمود غازی نمبر، جلد:۱۰، شمارہ:۱، جنوری ۲۰۱۱ء، تا جون ۲۰۱۱ء، سیرت نمبر، جلد:۸، شمارہ:۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء۔

[۲۴] ضیاء الامت نمبر، ۱۹۹۹ء، تحفظِ ناموس رسالت نمبر، جلد:۴۱، شمارہ:۶-۷، ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء۔

[25]http://kitabosunnat.com / kutub-library/ quran-aur-ulul-ul-quran.

[26] http://mhaddis.com/shumarajaat/sp-shumara.

[۲۷] علامہ فضل حق خیر آبادی و جنگ آزادی ۱۸۵۷ء نمبر، جلد:۲، شمارہ:۷-۸، جولائی-ستمبر ۲۰۰۹ء۔

[۲۸] اشاعت خاص، بیاد مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۰۸ء-۱۹۸۷ء) یہ اشاعت ۱۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

نمبر ایک محقق کو کسی موضوع کی تازہ ترین صورتِ حال، متعلقہ محققین اور ضروری مصادر و مراجع سے روشناس کراتے ہیں۔ ان کے علاوہ علومِ اسلامیہ، تاریخ، قانون، ادب و لسانیات وغیرہ میں باقاعدہ اور مسلسل تحقیق کرنے والے علمی و تحقیقی مجلات ہیں جو "ائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان" کی طرف سے منظور شدہ ہیں۔ ان کی پی ڈی ایف فارمیٹ میں فہرست ایچ ای سی کی ویب سائٹ پر مہیا کی جاتی ہے۔[29]

بہت سے علمی مجلات اور جرائد اور رسائل ایسے ہیں جن کے مدیر صاحبان نے ان کے اشاریے مرتب کر کے شائع کیے ہیں مثلاً ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی فیصل مسجد اسلام آباد نے اپنے علمی مجلے "فکر و نظر" کا اشاریہ دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔[۳۰] ماہنامہ فقہ اسلامی کراچی کے مُدیر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اپنے فقہی مجلے کا اشاریہ شائع کیا ہے۔ ماہنامہ ضیائے حرم کا بھی ایک ضخیم اشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[۳۱] ماہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ کا ۱۹۲۰ء سے ۲۰۱۰ء تک کی اشاعتوں کا اشاریہ شائع ہو چکا ہے۔[۳۲] "بصیر پور" اوکاڑہ سے شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ سال کے آخری مجلے میں شائع کیا جاتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علومِ اسلامیہ نے اپنے ہاں ۱۹۵۲ء سے ایم اے، ایم فِل اور پی ایچ ڈی کی مقالات کی فہرست کتابی شکل میں شائع کی ہے جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیا جاتا ہے۔[۳۳] شعبۂ علومِ اسلامیہ بہاؤ الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان بھی اپنے تحقیقی مقالات کی فہرست ایک کتابچے کی صورت میں شائع کر چکی ہے۔[۳۴]

مجلات کی طرح مختلف جامعات میں مختلف موضوعات پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالے بھی نئے موضوع کے انتخاب میں معاون ثابت ہوتے ہیں مگر ہمارے محقق طلبہ کی اکثریت ان سے دور رہتی ہے جس کی وجہ سے انہیں نئے موضوع کے انتخاب میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ ڈاکٹر عبد الحمید عباسی جامعات میں لکھے گئے تحقیقی مقالوں کی اہمیت کو یُوں واضح کرتے ہیں:

"محقق کو پہلے سے تحریر شُدہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ جات کا مطالعہ کرنا چاہیے"۔[۳۵]

---

[29] www.hec.gov.pk/ inside HEC/ Divisions/ AECA/ pages/ HEC Recognized social science sourrals.aspx.

[۳۰] شیر نوروز خان نے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی فیصل مسجد اسلام آباد کے سہ ماہی مجلے "نظر و فکر" کا اشاریہ تیار کیا ہے، اس اشاریہ کی پہلی جلد میں فکر و نظر کی پندرہ جلدوں کا اشاریہ ۱۹۷۹ء میں شائع کیا گیا۔ اس کی دوسری جلد میں فکر و نظر کی اگلی پندرہ جلدوں کا اشاریہ ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔ تیسری جلد طباعت کا مراحل میں ہے۔

[۳۱] عابد حسین شاہ (مرتب) اشاریہ ضیائے حرم، اکتوبر ۱۹۷۰– ستمبر ۱۹۹۰، چکوال، بہاؤالدین ذکریا لائبریری، طبع: ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء۔

[۳۲] انوار احمد، ڈاکٹر، اشاریہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ، ۱۹۲۰ء تا ۲۰۱۰ء، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، طبع: ۲۰۱۱ء۔

[۳۳] ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کے اس اشاریے کی آخری اشاعت میں ۱۹۵۲ء تا ۲۰۱۰ء کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات کی فہرست شامل کی گئی ہے۔

[۳۴] معارف اسلامی، ششماہی، اسلام آباد، جلد: ۱۳، شمارہ: ۱، جنوری–جون ۲۰۱۴ء، صفحہ: ۹۷–۹۹۔

[۳۵] اصولِ تحقیق، صفحہ: ۱۰۰۔

ڈاکٹر عبد الرزاق قریشی کا کہنا ہے:

"نئے محققین کو ماہر محققین کی تصانیف کو نمونہ کے لیے سامنے رکھنا چاہیے۔ اچھی تحقیق کا تصور پیدا کرنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔ یہ تجربے نئی تحقیق کے لیے چراغِ راہ کا کام دے سکتے ہیں"۔[۳۶]

ڈاکٹر احمد شبلی بھی اس کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محقق طالب علم کو چاہیے کہ اپنے مقالے کے عنوان سے ملتے جلتے تحقیقی مقالہ جات کا مطالعہ کرے تاکہ اسے موضوع کو اختیار کرنے میں آسانی ہو"۔[۳۷]

خورشید احمد سعیدی لکھتے ہیں:

"موضوع کے متلاشی مقالہ نگار کو ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی سطح کی تکمیل شُدہ تھیسز دیکھنے چاہییں۔ اس سے موضوع منتخب کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اسے پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ وہ جس موضوع کو بھی ذہن میں لاتا ہے اس پر پہلے سے کوئی نہ کوئی تھیسز لکھا جا چکا ہے یا کسی تحقیقی مجلے میں اس پر مقالات شائع ہو چکے ہیں یا کسی مصنف کی کتاب آچکی ہے وغیرہ۔ ان سب کی موجودگی میں انہی موضوعات کے کسی نہ کسی پہلو پر کام ہو سکتا ہے کیوں کہ کوئی بھی محقق کسی موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتا، وقت بدلتا ہے، حالات نیا رُخ لیتے ہیں ضروریات، ترجیحات اور تقاضے بدلتے ہیں۔ آسانیوں کی بجائے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور نئے نئے موضوعات پر تحقیق کی ضرورت اور مواقع پیدا ہوتے ہیں۔[۳۸]

ہائر ایجوکیشن کمیشن کی ایک ویب سائٹ ایسی بھی ہے جس پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تکمیل شدہ مقالہ جات دستیاب ہیں۔[۳۹] ڈاکٹر سعید الرحمٰن بن نور حبیب بھی "تحقیقاتِ اسلامیات" کے نام سے پاک وہند کی جامعات میں پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم کی سطح پر اردو زبان میں تکمیل شدہ اور زیر تحقیق مقالات کے موضوعات کا ایک توضیحی اشاریہ مرتب کر چکے ہیں جس میں کل ۸۳۲۰ مقالات کے موضوعات موجود ہیں۔ "تحقیقاتِ اسلامیات" کو العلم پبلیکیشنز پشاور نے جون ۲۰۱۷ میں شائع کیا ہے۔

۱۱- جدید مسائل اور مشکلات میں عدم دلچسپی:

---

[۳۶] ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر، اردو میں اصولِ تحقیق، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول: ۱۹۸۶ء، (مقالہ: فن تحقیق از عبد الرزاق قریشی) جلد: ۱، صفحہ: ۷۳۔

[۳۷] کیف تکتب بحثا اور سالۃ، صفحۃ: ۴۹۔

[۳۸] معارف اسلامی، ششماہی، اسلام آباد، جلد: ۱۳، شمارہ: ۱، جنوری-جون ۲۰۱۴ء، صفحہ: ۹۹-۱۰۰۔

[39] http://eprits.hec.gov.pk/view/subjects/g18.html.

نئے محققین کو نئے موضوعات کے انتخاب میں مشکل کی ایک وجہ ان کے نئے مسائل اور مشکلات میں دلچسپی نہ لینا بھی ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کے ذریعے اس نے اپنے بندوں کی دنیوی اور اخروی مشکلات کا حل دے لوگوں کی رہنمائی کی اور تا قیامت اہل علم یہ فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔ عصرِ حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل اور مشکلات کا تذکرہ اکثر اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن پر ہوتا رہتا ہے۔ اگر محقق طالبعلم ان پر کڑی نظر رکھے تو اس کو نئے موضوعات کے انتخاب میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس سلسلے میں مختلف سمینار اور کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی رہتی ہیں جن میں اہل علم و دانش ان مسائل اور مشکلات پر سیر حاصل گفتگو کرتے رہتے ہیں اور ان کے حل کے تجاویز دیتے رہتے ہیں۔ ان سب میں بطور سامع حاضر ہو کر محقق طالبعلم اپنے لیے نئے موضوعات کا آسانی سے انتخاب کر سکتا ہے جو نیا بھی ہو گا اور عصرِ حاضر کی ضرورت کے مطابق بھی، اور یُوں اس کے مقالے کی اہمیت بھی دوچند ہو جائے گی۔

ڈاکٹر عبد الحمید عباسی اس کی اہمیت کو یُوں اُجاگر کرتے ہیں:

"متعلقہ موضوع کے بارے میں فلموں، ٹی وی پروگراموں اور تحریری اور تقریری تبصروں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھنا ہی مسئلہ کے انتخاب میں آسانی پیدا کرتا ہے"۔[40]

ڈاکٹر خالق داد ملک نے اس کو مزید تفصیل سے یُوں بیان کیا ہے:

"ریڈیو ٹیلیویژن سے روزانہ بہت سے دینی، علمی، ثقافتی اور ادبی پروگرام نشر ہوتے ہیں، ہر پروگرام میں کسی موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ پروگرام پیش کرنے والے معاشرے کے اہم امور کو اُجاگر کرتے ہیں اور ان موضوعات کی طرف توجہ دلاتے ہیں جن پر فوری اور مفصل تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹیلیویژن کے پروگرام انتہائی اہم اور معاصر موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ انہیں غور سے سنیے اور اپنی خواہش، حالات اور علمی و ادبی تخصص کے مطابق اپنے لیے موضوع کا انتخاب کرنے میں رہنمائی حاصل کیجیے۔[41]

خورشید احمد سعیدی کہتے ہیں:

"دنیا بھر کی طرح پاکستانی یونیورسٹیوں اور بڑے شہروں کے مختلف اداروں میں وقتاً فوقتاً کئی موضوعات پر علمی و تحقیقی سمینار اور کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں شرکت کرنے سے موضوع کی تلاش میں

---

[40] اصولِ تحقیق، صفحہ: ۱۲۴۔

[41] عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق و تدوین کا طریقۂ کار، صفحہ: ۱۷۔

سرگرداں طلبہ کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ وہ ایسے سمینار اور کانفرنسوں میں نہ صرف مختلف علوم وفنون کے جدید مسائل اور پہلوؤں سے واقف ہوسکتے ہیں بلکہ ان میں اپنے مقالات پڑھنے والے محققین سے شناسائی بھی پیدا کرسکتے ہیں۔ وہاں ان سے ملاقات اور دلچسپی کے موضوع پر مشورہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ ان سے روابط بعد میں ضرورت کے اوقات میں بہت فائدہ دیتے ہیں "۔[۴۲]

۱۲-جدید مسائل اور کتاب وسنت کی نصوص میں عدمِ تدبر:

محقق طلبہ کو نئے پیش آمدہ مسائل اور مشکلات کو سامنے رکھ کر قرآنِ حکیم، سیرتِ طیبہ اور احادیثِ نبویہ کی نصوص پر غور کرتے رہنا چاہیے۔ انہی میں ہمارے مسائل کا حل ہے۔ ہمارے اسلاف نے انہی پر غور وفکر کرکے اپنے مسائل کا حل تلاش کیا۔ انہیں میں اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم ﷺ کی رہنمائی موجود ہے، جس پر عمل کرکے ہم دین و دنیا دونوں میں بھلائی حاصل کرسکتے ہیں۔ ہمیں صرف غور و فکر کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

" أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا "۔[۴۳]

ترجمہ: کیا یہ قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

سیرتِ رسول کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

" لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "۔[٤٤]

ترجمہ: تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔

اس نمونے پر عمل کرنے یعنی آپ ﷺ کی اقتداء کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

" مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ "۔ [۴۵]

ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کرے گا اس نے دراصل اللہ ہی کی اطاعت کی۔

حدیثِ پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۴۲] معارف اسلامی، ششماہی، اسلام آباد، جلد: ۱۳، شمارہ: ۱، جنوری-جون ۲۰۱۴ء، صفحہ: ۹۶۔

[۴۳] سورۃ محمد، آیت: ۲۴۔

[۴۴] سورۃ الاحزاب، آیت: ۲۱۔

[۴۵] سورۃ النساء، آیت: ۸۰۔

" تركت فيكم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا بعده أبدا،كتاب الله و سنتي "۔[٤٦]

ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑیں ہیں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور میری سنت۔

ایک اور حدیث پاک میں آپ ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي, وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ "۔ [٤٧]

ترجمہ: تم میں سے جو بھی زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا ایسے حال میں میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر جمے رہنا۔

مختلف ادوار میں علماء اسی قرآن، سنت رسول اور سنت خلفاء راشدین پر غور و فکر کرتے رہے تو ان کی مشکلات حل ہوتی رہیں۔ آج بھی ہمیں انہی مصادر پر غور و فکر کرنا ہو گا۔ اگر ہم کتاب و سنت میں تدبر سے کام لیں گے تو ہمارے لیے از خود نئے نئے موضوعات کا انتخاب آسان ہو جائے گا۔

۱۳-قدیم اور جدید علوم کے ماہرین سے دوری:

نئے محقق طلبہ کے لیے موضوع کے انتخاب میں دشواری کی ایک وجہ ان کا قدیم اور جدید علوم کے ماہرین سے دور رہنا بھی ہے۔ بد قسمتی سے ایسے بہت کم لوگ ہیں جنہیں قدیم اور جدید دونوں قسم کے علوم پر پوری دسترس ہو۔

ہمارے ہاں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اسلام کے بنیادی مصادر سے لاعلم رہتے ہیں جبکہ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی اکثریت انگریزی زبان اور دیگر جدید مضامین کی تعلیم سے محروم رہتی ہے لیکن دونوں جانب اپنے اپنے میدان میں بڑے بڑے ماہر پائے جاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اس دوئی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور پورے ملک میں ایک ہی قسم کا نظامِ تعلیم رائج ہو اور سب اسی کے تحت ایک جیسی تعلیم حاصل کریں اور آپس میں مسابقت کی بنا پر اعلیٰ قسم کے ماہرین پیدا ہوں جو ملک و ملت کی ترقی اور دینی جذبے سے خدمت کریں۔(آمین)

اب محقق طلبہ کا فرض ہے کہ وہ دونوں قسم کے ماہر اساتذہ سے رابطے میں رہیں۔ ان کا قُرب نئے موضوعات کی تلاش میں معاون ہو سکتا ہے۔ جہاں جدید علوم کے ماہرین قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، وہیں دینی علوم کے بعض متخصصین نے بھی دینی و ملی خدمت

---

[٤٦] زکی الدین المنذری، الترغیب والترھیب، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، طبع: جنوری ۲۰۰۵ء، جلد: ۱، صفحہ: ۴۲۔ (مترجم: محمد علی صابر)۔

[٤٧] محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، طبعۃ ثانیۃ ۲۰۰۶ء، ابواب العلم، باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، صفحہ: ۶۲۹-۶۳۰، حدیث نمبر: ۲۶۷۶۔

میں اپنالوہامنوایاہے اور انہوں نے مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کیاہے۔ڈاکٹر احمد شلبی اور ڈاکٹر محمد دسوقی طالبعلم کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ماہر اساتذہ کے لیکچر کو غور سے سنیں اور ان اساتذہ سے اپنا رابطہ استوار کریں جن کے مضامین میں وہ تخصص کرنا چاہتے ہوں۔ان کی مجالس میں حاضر ہوں، ان سے سوال وجواب کریں۔اس طرح وہ خود بخود ان نئے موضوعات تک پہنچ جائیں گے جو تحقیق و جستجو کے مستحق ہوں گے تو ان میں سے جو ان کے حسبِ حال ہو اسے اختیار کرلیں۔[48]

ڈاکٹر خالق داد نے اساتذہ کے قرب کی اہمیت کو یُوں بیان کیاہے:

> "اگر آپ اساتذہ کرام کی طرف سے دیے جانے والے محاضرات (Lectures) کو غور سے سنیں تو وہ اپنے مضمون کے متعلق کئی موضوعات وعناوین بتاتے رہتے ہیں جو قابلِ تحقیق ہوتے ہیں۔ اساتذہ کرام کے لیکچرز آپ کی سوچ کے اُفق کو وسعت بخشتے ہیں اور تحقیق کے میدان میں آپ کے لیے بہت سی راہیں کھول دیتے ہیں۔ اہل علم کی باتیں غور سے سننا تحقیق و جستجو کرنے والی عقل کو بے نیاز کر دیتا ہے اور اس کے سامنے جدید وسیع آفاق کھول دیتا ہے"۔[49]

خورشید احمد سعیدی کا کہناہے:

> "مدارس اور جامعات کے اندر تحقیقی کام کرنے والے اساتذہ اور سکالرز سے ملاقاتیں اور مشورے کر کے بھی اپنی پسند کا موضوع منتخب کیا جاسکتاہے۔بالخصوص ایسے پروفیسر جو کسی تحقیقی ادارے میں کام کرتے ہوں یا ایم اے، ایم فِل اور پی ایچ ڈی کی کے مقالہ جات کی نگرانی کرتے ہوں، وہ چونکہ عملی طور پر تحقیقی کام میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے وہ بہتر رہنمائی کرسکتے ہیں۔ ایسے اہل علم سے ملاقاتیں قابلِ تحقیق و موضوع کے انتخاب میں مفید ہوتی ہیں"۔[50]

اگر یہ جاننا ہو کہ کون سا پروفیسرز، محققین اور نگرانِ مقالہ جن سے ایک مقالہ نگار استفادہ کر سکتاہے۔وہ کہاں ملیں گے؟ تو ان کا نام، شعبہ، تخصص، ادارہ، فون نمبر اور ای میل ایڈریس کی فہرست ایچ ای سی (HEC) کی ویب سائٹ سے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔[51]

---

[48] کیف تکتب بحثا اور رسالۃ، صفحۃ:۳۵۔ اور منہج البحث فی العلوم الاسلامیۃ، صفحۃ:۱۱۵۔

[49] عربی، اسلامی اور سوشل سائنسز میں تحقیق وتدوین کا طریقۂ کار، صفحہ:۲۷۔

[50] معارف اسلامی، ششماہی، اسلام آباد، جلد:۱۳، شمارہ:۱، جنوری–جون ۲۰۱۴ء، صفحہ:۹۵۔

[51] www.hec.gov.pk/INSIDEHEC/DIVISIONS/HRD/APPROVEDPHD SUDERVISERS/Prges./List of supervisor.aspx.